مولانا مفتی سیف اللہ صاحب حقانی *

انسانی خون اور دیگر اجزاء انسانی کے احکام کا بیان

حضرت انسان کی خداداد کرامت وشرافت:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عظیم عظمت وکرامۃ سے نوازا ہے اور اس کو اپنے اکثر مخلوقات پر فوقیت بخشی ہے:

ارشاد ربانی ہے: ولقد کرمنا بنی آدم وحملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبات وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

ترجمہ: ''اور ہم نے اولاد آدم کو (مخصوص صفات دے کر) عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں (جانوروں اور کشتیوں پر) سوار کیا' اور پاکیزہ نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو بہت سے مخلوقات پر فوقیت دی۔''

اکثر مخلوقات پر انسانی فضیلت وفوقیت کا راز:

اس ارشاد ربانی میں اولاد آدم کی اکثر مخلوقات پر فوقیت اور افضلیت کا ذکر ہے۔ اس میں دو باتیں قابل ذکر ہیں: اول یہ کہ یہ فضیلت کن صفات کی وجہ سے ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں افضلیت اکثر مخلوقات پر دینا بیان فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مختلف حیثیات سے ایسی خصوصیات عطا فرمائیں۔ جو دوسری مخلوقات میں نہیں۔ مثلاً حسن صورت اعتدال جسم' اعتدال مزاج' اعتدال قد وقامت جو انسان کو عطا ہوا ہے کسی دوسرے حیوان میں نہیں اس کے علاوہ عقل وشعور میں اس کو خاص امتیاز بخشا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ تمام کائنات علویہ اور سفلیہ سے اپنے کام نکالتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدرت بخشی ہے کہ مخلوقات سے ایسے مرکبات اور مصنوعات تیار کرے جو اس کے رہنے سہنے اور نقل وحرکت اور طعام ولباس میں اسکے کام آئیں۔ نطق وگویائی اور افہام وتفہیم کا جو ملکہ اس کو عطا ہوا ہے وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں اشارات کے ذریعے اپنے دل کی بات دوسروں کو بتلانا اور تحریر وخط کے ذریعے دل کی بات دوسروں تک پہنچانا یہ سب انسان ہی کے امتیازات ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے کھانا بھی انسان ہی کی صفت مخصوصہ ہے۔ اس کے سوا تمام جانور اپنے منہ سے کھاتے ہیں۔ اپنے کھانے کی چیزوں کو مختلف اشیاء سے مرکب کرکے لذیذ اور مفید بنانے کا کام بھی انسان ہی کرتا ہے۔ باقی سب جانور مفرد چیزیں کھاتے ہیں۔ کوئی کچا گوشت کھاتا ہے کوئی گھاس کوئی پھل وغیرہ بہرحال سب مفردات کھاتے

---

* رئیس دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک

ہیں۔انسان ہی اپنی غذاء کیلئے ان سب چیزوں کے مرکبات تیار کرتا ہے اور سب سے بڑی فضیلت عقل وشعور کی ہے۔ جس سے وہ خالق و مالک کو پہچاننے اور اس کی مرضی و نامرضی کو معلوم کر کے مرضیات کا اتباع کرے نامرضیات سے پرہیز کرے اور عقل و شعور کے اعتبار سے مخلوقات کی تقسیم اسطرح ہے کہ عام جانوروں میں شہوات اور خواہشات ہیں عقل وشعور نہیں۔فرشتوں میں عقل وشعور ہے، شہوات وخواہشات نہیں۔انسان میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔عقل و شعور بھی ہے، شہوات اور خواہشات بھی ہیں اسوجہ سے جب وہ شہوات وخواہشات کو عقل وشعور کے ذریعہ مغلوب کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے تو اسکا مقام بہت سے فرشتوں سے بھی اونچا ہو جاتا ہے

دوسری بات کہ اولادِ آدم کو اکثر مخلوقات پر فضیلت دینے کا مطلب کیا ہے۔تو جاننا چاہیے کہ اس میں تو کسی کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ دنیا کی تمام مخلوقات علویہ اور سفلیہ اور تمام جانوروں پر اولادِ آدم کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح جنات جو عقل وشعور میں انسان ہی کی طرح ہیں ان پر بھی انسان کا افضل ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے اب صرف معاملہ فرشتوں کا رہ جاتا ہے کہ انسان اور فرشتہ میں کون افضل ہے۔اس میں تحقیقی بات یہ ہے کہ انسان میں عام مومنین صالحین جیسے اولیاء اللہ تعالیٰ عام فرشتوں سے افضل ہیں مگر خواص ملائکہ جیسے جبرئیل و میکائیل وغیرہ ان عام صالحین سے افضل ہیں اور خواص مومنین جیسے انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وہ خواص ملائکہ سے بھی افضل ہیں باقی رہے کفار وفجار انسان وہ ظاہر ہے کہ فرشتوں سے تو کیا افضل ہوتے ہیں وہ تو جانوروں سے بھی اصل مقصد فلاح ونجاح میں افضل نہیں انکے متعلق تو قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے۔یعنی یہ تو چوپایہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (معارف القرآن بحوالہ تفسیر مظہری) اور مفسر جلیل حافظ ابن کثیرؒ اسی آیت کے تحت تحریر فرمارہے ہیں:

وقد استدل بهذا الاية الكريمة على افضلية جنس البشر على جنس الملائكة

یعنی اس آیۃ کو اس دعویٰ پر دلیل بنایا گیا ہے کہ جنس البشر جنس الملک سے افضل ہے۔(ص۵۱ ج۳)

اور جنس بشر کی فضیلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو ملائکہ کا معلم بنا کر ان کا مسجود الیہ ٹھہرایا اور اس کو خلافت ارضی اور اس کے علم سے نوازا۔ارشاد خداوندی ہے:

وعلم آدم الاسماء كلهاثم عرضهم على الملائكة فقال انبوني باسماء هئولاء ان كنتم صدقين ۔قالو اسبحانك لاعلم لنا الاما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۔قال يآدم انبئهم باسمائهم فلما انبأ هم باسما ئهم قال الم اقل لكم انى اعلم غيب السموات والارض واعلم ماتبدون وما كنتم تكتمون ۔واذقلنا للملائكة اسجدو الادم فسجدوا لا ابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين۔

ترجمہ: اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماً کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے

روبرو کردیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ اسمأ ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں، ہم کو ہی علم نہیں۔ مگر وہ جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا بے شک آپ بڑے علم والے حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان کو ان چیزوں کے اسمأ سو جب بتلا دیئے ان کو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسمأ تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتا ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ۔ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے۔ بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔

اور اسی خداداد کرامت کی وجہ سے فقہا کرام نے انسان کے اجزاء کے استعمال و ابتذال کے عدم جواز کا حکم دیا ہے۔ درمختار اور ردالمختار میں ہے:

وکل اهاب ولو بشمس وهو یحتملها طهر فیصلی به ویتوضأ منه خلا جلد الخنزیر فلایطهر و آدمی فلا یدبغ لکرامة ولو دبغ طهر وان حرم استعماله حتی لو طحن عظمه فی دقیق لم یئو کل احتراما (قوله احتراما ای لانجاسة)

ترجمہ: چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے بغیر خنزیر کے چمڑے کے کہ وہ دباغت سے پاک نہ ہوتا ہے اور بغیر انسان کے چمڑے کے کہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے انسانی چمڑے کی دباغت بھی ممنوع ہے اور اگر اس ناجائز دباغت کا ارتکاب کیا گیا تو انسان کا چمڑا پاک تو ہو جائیگا مگر اس کا استعمال حرام ہوگا یہاں تک کہ اگر انسان کی ہڈی پیس کر آٹے میں مل گئی تو اس آٹے کا کھانا بھی ممنوع ہوگا اور وجہ اسکی کرامت ہے نجاست نہیں کیونکہ انسان نجس نہیں ہے۔

اور البحر الرائق میں ہے۔ واما الادمی فقد قال بعضهم ان جلده لا یحتمل الدباغة حتی لو قبلها طهر لانه لیس بنجس العین لکن لایجوز الانتفاع به ولا یجوز دبغه احتراما له وعلیه اجماع المسلمین کما نقلة ابن حزم وقال بعضهم ان جلده لایطهر بالدباغة اصلا احتراما له فالقول بعدم طهارة جلده تعظیم له حتی لایتجرء احد علی سلخه ودبغه واستعماله (ص ۱۰۱ ج۱) وفیه قبیل هذا (قوله الاجلد الخنزیر والآدمی) یعنی کل اهاب دبغ جاذشرعا الاجلد الخنزیر لنجاسة عینه وجلد الادمی لکرامته وبهذا التقدیر اندفع ماقیل ان الاستثناء من الطهارة نجاسته وهذا فی جلد الخنزیر مسلم فانه لایطهر بالدباغ واما جلد الآدمی فقد ذکر فی الغایة انه اذا دبغ طهر ولکن لا یجوز الانتفاع به کسائر اجزائه فکیف یصح هذ الاستشناء (ص ۱۰۰ ج۱)

ترجمہ: انسانی چمڑے کے بارے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ قابل دباغت نہیں اور بالفرض اگر یہ دباغت

کو قبول کرے تو یہ دباغت سے پاک ہو جائے گا۔ کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے۔ البتہ اس صورت میں بھی یہ چمڑا ممنوع الانتفاع اور ممنوع الدباغ ہوگا اس کے احترام کی وجہ سے اور اسی پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ جس کو علامہ ابن حزم نے نقل کیا ہے اور بعض دیگر حضرات نے کہا ہے کہ انسانی چمڑا دباغۃ سے قطعاً پاک نہیں ہوتا۔ اور یہ اس کی تعظیم کی وجہ سے پس یہ کہنا کہ انسان کا چمڑا دباغۃ سے پاک نہیں ہوتا ہے یہ انسان کی تعظیم کی خاطر ہے تا کہ اس کے چمڑے کے اتارنے اور اس کے دباغ و استعمال کا کوئی بھی شخص جرأت نہ کر سکے۔ اور اس سے ذرا پہلے بحر میں ہے کہ ہر وہ چمڑا جس کا دباغ ہو جائے وہ شرعاً جائز الانتفاع ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا اس کی نجاست عینیہ کی وجہ سے اور انسان کا چمڑا اس کی کرامت کی وجہ سے شرعاً جائز الانتفاع نہیں اور اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ طہارت سے استثناء نجاست ہوتا ہے اور نجاست جلد الخنزیر میں تو مسلم ہے اور اسی وجہ سے وہ دباغ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ باقی رہے انسانی چمڑا تو غایہ میں ذکر ہے کہ انسانی چمڑا دباغ سے پاک ہوتا ہے لیکن اس سے انتفاع دوسرے انسانی اجزاء سے انتفاع جیسا حرام ہے تو یہ استثناء کس طرح درست ثابت ہوگا۔

اور بدائع الصنائع میں ہے۔

واما جلد الانسان فان كان يحتمل الدباغ وتندفع رطوبته بالدبغ ينبغي ان يطهر لانه ليس بنجس العين لكن لا يجوز الانتفاع به احترامًا له (ص۷۴۔ج۱)

ترجمہ: انسانی چمڑا اس صورت میں کہ اس کی دباغت ممکن ہو دباغت سے پاک ہو جائے گا کیونکہ انسان نجس العین نہیں ہے۔ البتہ انسانی چمڑا سے اس صورۃ میں بھی انتفاع کی اجازت نہ ہوگی۔ اور یہ انسان کی خداداد کرامت کی وجہ سے۔ نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔

فصل يطهر جلد الميتة بالدباغة الاجلد الخنزير لنجاسته عينه والدباغة لاخراج الرطوبة النجسة من الجلد الطاهر بالاصالة وهذا نجس العين وجلد الادمي لحرمته صونا له لكرامته وان حكم بطهارته به لا يجوز استعماله كسائر اجزاء الآدمي۔

ترجمہ: میتہ کا چمڑا دباغۃ سے پاک ہوتا ہے مگر خنزیر کا چمڑا دباغۃ سے پاک نہ ہوتا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور دباغۃ سے پاک نہ ہوتا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور دباغۃ کا فائدہ یہ ہے کہ اصلاً پاک چمڑے سے رطوبت نجسہ خارج ہو جائے۔ جبکہ خنزیر نجس العین ہے اور بغیر انسانی چمڑے کے یہ ممنوع الانتفاع ہے کیونکہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے تا کہ انسانی اجزاء ابتذال و استعمال سے محفوظ ہوں اور اس کی وجہ انسان کی خداداد کرامت و شرافت ہے اور اگر دباغت سے انسانی چمڑے کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے پھر انسانی چمڑے کا استعمال دوسرے اجزاء انسانی کے استعمال جیسا حرام ہوگا۔

اور ہدایہ میں ہے و حرمه الانتفاع باجزاء الآدمی لکرامته۔ (ص ۴۵ ج ۱)

ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے اس کرامت کی وجہ سے جو حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔

انسانی جزء سے حرمت انتفاع کی وجہ سے فقہاء نے مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو بھی دودھ پلانا غیر مباح ٹھہرایا ہے۔ درمختار میں ہے۔

ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی والا نتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح شرح الوهبانية وفي البحر لا يجوز التداوی بالمحرم في ظاهر المذهب اصله بول الماكول كمامر (ص ٤٣٨ ج ٢) و في ردالمحتار (قوله بالمحرم) ای المحرم استعماله طاهر اكان اونجسا وفيه ايضا قوله كمامر ای قبيل فصل البير حيث قال فرع اختلف في التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع كمافي رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمه وهنا عن الحاوی القدسی وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء اخر كمار خص الخمر للعطشان وعليه الفتوى۔ (ص ٤٨٣ ج ٢) ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا مباح نہیں ہے کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے جس سے بغیر ضرورت کے انتفاع بنا بر قول صحیح کے حرام ہے۔ شرح وھبانیہ (اور ضرورت بعد از مدۃ رضاع کے منقطع ہو چکی ہے) اور بحر میں ہے کہ تداوی بالمحرم ظاہر مذھب کے مطابق جائز نہیں ہے اور اس کا اصل جائز الاکل جانوروں کا پیشاب ہے جیسا کہ گزر چکا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ محرم سے مراد وہ چیز ہے کہ جس کا استعمال حرام ہو۔ خواہ پھر نجس ہو یا پاک اور ردالمحتار میں یہ بھی ہے کہ صاحب درمختار نے کنویں کے فصل سے ذرا پہلے لکھا ہے کہ تداوی بالمحرم کے بارے میں اختلاف ہے مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ تداوی بالمحرم ممنوع ہے جیسا کہ ارضاح البحر میں مذکور ہے لیکن مصنف نے وہاں اور اور یہاں حاوی قدسی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ بعض حضرات تداوی بالمحرم کی اجازت دیتے ہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفا کا غالب گمان ہو اور اس محرم کے علاوہ کوئی متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کے پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے اور اسی ہی پر فتویٰ ہے۔

اور فتاویٰ ہندیہ ص (۳۵۴ ج ۵) الانتفاع باجزاء الادمی لم يجز قيل للنجاسة و قيل للكرامة هو الصحيح۔

ترجمہ: انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کی وجہ نجاست ہے اور بعض نہ کہا ہے کہ اس کی وجہ کرامت ہے اور یہی صحیح ہے۔.........اور ہدایہ میں ہے۔

وهل يباح الارضاع بعد المدة قد قيل لايباح لان اباحته ضرورية لكونه جزء

الآدمی (ص ۳۳۰ ج ۲)

ترجمہ: ارضاع بعد المدۃ جائز نہیں کیونکہ دودھ انسان کا جزء ہے اور مدۃ ارضاع میں ارضاع کی اباحت بوجہ ضرورت کے ہے ان روایات و عبارات سے معلوم ہوا کہ انسانی اجزاء سے انتفاع حرام ہے۔ البتہ شدید ضرورت کی صورت میں کہ اس کے بغیر انسانی جان کا بچانا ممکن نہ ہو۔ اور بیماری ایسی ہی ہو کہ اس کا علاج مسلمان حاذق طبیب کی رائے کے مطابق انسانی جزء کے استعمال میں منحصر ہو تو پھر انتفاع با جزاء الانسان لا بأس بہ ہوگا مگر بشرطیکہ یہ انتفاع و استعمال موجب اہانت نہ ہو چنانچہ سابقہ روایات میں اس کا اشارہ موجود ہے اور کفایت المفتی کی آنے والی عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ درمختار میں ہے: وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء اخر کمارخص للعطشان شرب الخمر وعلیه الفتویٰ (ص ۱۵۴۔ ج ۱)

ترجمہ: اور بعض حضرات نے تداوی بالمحرم کی اجازت دی ہے مگر صرف اس صورت میں کہ اس سے شفاء کا غالب گمان ہو اور اس کے علاوہ کوئی متبادل دوا معلوم نہ ہو جس طرح کہ پیاسے کو شراب پینے کی (اضطراری حالت میں) اجازت دی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور فتح القدیر میں ہے۔

وھل یباح الارضاع بعد المدۃ قیل لالانه جزء الادمی فلایباح الانتفاع به الاللضرورۃ و قد اندفعت وعلی ھذا الایجوز الانتفاع به للتداوی واھل الطب یثبتون للبن البنت ای الذی نزل بسبب بنت مرضعة لفعالو جع العین واختلف المشائخ فیه قیل لایجوز و قیل یجوز اذا علم انه یزول به الرمد۔ (ص ۳۱۰ ج ۳)

ترجمہ: مدۃ ارضاع کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں کیونکہ دودھ انسانی جزء ہے اس لئے اس سے انتفاع بغیر ضرورت کے جائز نہ ہوگا اور مدۃ ارضاع کے بعد ضرورت باقی نہ رہی اور اسی وجہ سے انسانی دودھ سے تداوی کی خاطر بھی انتفاع جائز نہیں ہے اور اہل طب کہہ رہے ہیں کہ بنت (لڑکی) والی عورت کا دودھ وجع العین کے لئے مفید ہوتا ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ انسانی دودھ کا استعمال وجع العین کے لئے جائز نہیں اور بعض نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ اس سے شفا کا غالب گمان ہو۔ (اور اس کا متبادل کوئی دوا موجود نہ ہو)

اور عالمگیری میں ہے ویجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاء فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه ص ۳۵۵ ج ۵۔

ترجمہ: مریض کے لئے بغرض تداوی خون اور پیشاب پینا اور میتہ کا کھانا جائز ہے۔ جبکہ حاذق مسلمان طبیب کی یہ رائے ہو کہ اس سے صحت آئے گی اور اس کا متبادل اور کوئی دوا موجود نہ ہو۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ جبکہ شدید ضرورت اور عدم اہانت کی صورت میں انسانی اجزاء سے انتفاع لا بأس

پہ ٹھہرا اسلئے انسانی خون سے تداوی ضرورت شدیدہ کی صورت میں قابل اعتراض نہ ہوگا۔ کفایت المفتی میں ہے۔ کسی انسان کا خون علاج کی غرض سے دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا جبکہ اسکی شفایابی اس پر بقول طبیب حاذق مسلم منحصر ہوگئی ہو مباح ہے یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اس، لئے وارد نہ ہونا چاہیے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے اور جس میں اہانت نہ ہو تو بہ ضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں۔ جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک پانی میں دھو کر وہ پانی مریض پر چھڑکا یا پلایا جاتا تھا۔ حرمة الانتفاع باجزاء الادمی لکرامته (هدایه) لم یبح الارضع بعد مدته لانه جزء ادمی والانتفاع به بغیر ضرورة حرام۔ (درمختار) قال فی الفتح واهل الطب یثبتون للبن البنت ای الذی نزل بسبب بنت مرضعه نفعا لوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لایجوز وقیل یجوز اذا اعلم انه یزول به الرمد۔ الخ (ردالمختار)

درمختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ انسان کے اجزاء سے بغیر ضرورت کے انتفاع حرام ہے یعنی اگر ضرورت ہو تو مباح ہو سکتا ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکی والی عورت کا دودھ کسی آنکھوں کی بیماری والے کو دیا جانا اور دوا کے لئے اس کا استعمال کرنا جبکہ بظن غالب یہ معلوم ہو کہ اس سے آنکھ کی بیماری جاتی رہے گی بعض مشائخ کے نزدیک جائز ہے حالانکہ دودھ بھی انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت انتفاع حرام ہے۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خون انسان کا جزء ہے اور اس سے بغیر ضرورت کے نفع اٹھانا تو حرام ہے مگر علاج کے طور پر کسی مریض کی جان بچانے کے لئے ہو اور کوئی مسلمان ڈاکٹر جو حاذق بھی ہو یہ بتائے کہ اس مریض کی شفایابی اب اس علاج میں منحصر ہے تو اس کا بدن میں انسان کا خون داخل کرنا مباح ہے۔

وهذا الان الحرمة ساقطة عند الا ستشفاء کحل الخمر والمیته للعطشان والجائع (ردالمحتار) ففی النهایه عن الذخیره یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دوا ء اخر (ردالمحتار)

نیز کفایت المفتی میں ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا ناجائز ہے چونکہ اس میں انتفاع بجزء الانسان اور انتفاع بالنجس دونوں علتیں ہیں اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔ الانتفاع باجزاء الادمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح (عالمگیری) لیکن اگر کسی مریض کی جان کا خوف ہو اور کوئی طبیب مسلم حاذق کہہ دے کہ اس کے بدن میں خون پہنچانا اس کی جان بچانے کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو اس وقت یہ مباح ہو گا۔ یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیته للتداوی اذا خبره طبیب مسلم (حاذق) ان شفاء فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه (عالمگیری) ص۔۱۴۳ تا ۱۴۴۔ ج۔۹

کفایت المفتی اور سابقہ فقہی روایات کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ انسانی خون کے استعمال کی اجازت کا مدار دو امور پر ہے۔ ۱۔ ضرورت شدیدہ ۲۔ اہانت سے خالی ہونا۔ اور انسانی خون کا استعمال ظاہر ہے کہ اہانت سے خالی ہے کیونکہ انسانی دودھ کے استعمال کی طرح انسانی خون کے استعمال کی صورت میں بھی انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح جو مستلزم اہانت ہے لازم نہ آتی ہے بلکہ انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح کے بغیر انسانی بدن سے حاصل کیا جاتا ہے۔ بخلاف دوسرے انسانی اجزاء کے ان کے استعمال کی صورت میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح ضرور لازم آتی ہے۔ لہذا دوسرے انسانی اجزاء مثلاً آنکھ وغیرہ کا استعمال اہانت سے خالی نہ ہوتا ہے اس لئے فقہاء کرام نے اس استعمال کو اضطراری حالت میں بھی ممنوع ٹھہرایا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

مضطر لم یجد میتۃ وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی وکلها او قال اقطع منی قطعة وکلها لا یسعه ان یفعل ذالک ولایصح امره به کمالا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من نفسه کذافی فتاوی قاضی خان۔ (ص ۳۳۸۔ ج ۵)

ترجمہ: ایسا مضطر جس کو جان کا خطرہ ہو اور کھانا کے لئے اس کو میتہ بھی نہ مل رہا ہو تو ایسی حالت میں اگر کوئی شخص اس کو کہہ دے کہ میرے ہاتھ کو کاٹ کر کھالے اور یا یہ کہہ دے کہ میرے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو اس مضطر کے لئے ایسا کرنے کی گنجائش نہیں اور نہ اس کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ کسی سے اس کے بدن کے گوشت کا ٹکڑا طلب کرے جس طرح کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ خود اپنے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے!

اور یہ ضرور جان لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی صورت کی تشویہ و تقبیح اور بگاڑ کا یہاں تک منع کیا گیا ہے کہ حالت جنگ کے بغیر کسی کافر کی صورت کے بگاڑ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن الهیاج ابن عمر ان ان عمران له ابق غلام فجعل لله علیه لئن قدر علیه لیقطعن یده فارسلنی لاسئل له فاتیت سمرة بن جندب فسألته فقال کان رسول الله ﷺ یحثنا علی الصدقة وینهانا عن المثلة۔ (سنن ابی داؤد ص ۶۔ ج ۲)

ترجمہ: جناب ھیاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کا غلام ایک دفعہ بھاگ اٹھا تو آپ نے یہ نذر مانی کہ اگر یہ غلام میرے ہاتھ لگا تو اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا۔ ھیاج فرماتے ہیں کہ اس پر عمران مجھے حضرت سمرہ بن جندبؓ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے اس کے نذر کے متعلق استفتاء کروں تو میرے سوال پر حضرت سمرہ بن جندبؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہم کو صدقہ کی پرزور ترغیب دیا کرتے اور مثلہ (انسانی صورت کے بگاڑ یعنی ناک و ہاتھ وغیرہ اطراف و اعضاء انسانی کے کاٹنے) سے منع فرمایا کرتے۔ اور درمختار میں ہے:

ونهینا عن غدر و غلول وعن مثلة بعد الظفر بهم و اما قبله فلاباس بها (ج ۳۔ ص ۴۴۵)

ترجمہ: غدر وغلول سے ہم کو روکا گیا ہے اور اسی طرح دشمن کے مثلہ سے بھی ہم کو روکا گیا ہے۔ جبکہ بغیر حالت جنگ کے ہو اور انسانی اجزاء آنکھ وغیرہ کا استعمال یقیناً انسانی صورت کے بگاڑ کا سبب ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے لہذا شرعاً اس کی اجازت نہ ہوگی۔

انسانی اعضاء واجزاء کے بعض دیگر احکام:

جاننا چاہیے کہ انسانی خون کی فروخت تو بہرحال ناجائز ہے اور عدم جواز نجاست اور انسان کا جزء ہونا ہے اور تیسری وجہ عدم جواز خون مسفوح کا مال نہ ہونا ہے۔

درمختار میں ہے بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتہ الی قولہ ولبن امرءۃ ولوفی وعاء ولوامۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی وشعر خنزیر لنجاسۃ عینہ (ص۱۱۲تا۱۲۶)

ترجمہ: دم مسفوح اور میتہ کا بیع اس لئے جائز نہیں کہ یہ مال نہیں اور عورت کا دودھ اس لئے نہیں بیچا جاتا کہ یہ انسان کا جزء ہے اور خنزیر کے بال کا بیع اس کی نجاست کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

اور فتاوی عالمگیر میں ہے: وفی العیون لاباس ببیع عظام الفیل وغیرہ من المیتات الاعظم الآدمی والخنزیر وھذا اذا لم یکن علی عظم الفیل واشباھہ دسومۃ فاذا کان فھو نجس ولایجوز بیعہ (ص۱۱۵۔ج۳)

یعنی ہاتھی کا ہڈی بیچنا جائز ہے جبکہ اس پر دسومۃ نہ ہو۔ اور جب اس پر دسومۃ موجود ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس کا بیچنا جائز نہ ہوگا البتہ شدید ضرورت کی صورت میں جس کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ خریدار کے لئے انسانی خون کا خریدنا قابل اعتراض اعتراض نہ ہوگا۔ یہاں آنے والے دوسوالوں کا پیدا ہونا مستبعد نہیں۔ (۱) کیا کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا کیسا ہے (۲) اور کیا شوہر و بیوی کے خون کا باہم تبادلہ نکاح پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اس لئے دونوں سوالوں کا جواب نمبروار سن لیجئے: پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق وفاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے کا اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا قوی خطرہ ہے۔ اسی لئے صلحاء امت نے فاسق وفاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہ کیا۔ بناء علیہ کافر اور فاسق' فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نکاح بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب' مصاہرت' رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ان سے تجاوز کرنا درست نہیں' اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدۃ رضاعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔ کما ھو مصرح و

مفصل في عامة كتب الفقه (كفايت المفتي وتنشيط الأذهان في الترقيع باعضاء الانسان)

چونکہ انسانی دودھ اور خون کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا استعمال ضرورت شدیدہ میں بھی جائز نہیں جس طرح کہ گزشتہ صفحات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے اس لئے خون ودودھ کے علاوہ کسی اور انسانی جزء کا خرید جائز ہے نہ فروخت۔ ردالمحتار میں ہے۔

والآدمي مكرم شرعا و انكان كافر افايراد العقدعليه وابتداله و الحاقه بالجمادات اذلال له اى هو غير جائز وبعضه في حكمه (ص۱۱۷ ج۴)

ترجمہ۔ چونکہ انسان شرعاً مکرم ہے اگرچہ انسان کافر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اس کا خرید وفروخت اور ابتذال اور اس کے ساتھ جمادات جیسا معاملہ کرنا انسان کا اذلال ہے لہذا انسان اور اس کے اعضاء کا خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

اور شرح التنویر میں ہے۔: وجلد ميتة قبل الدباغ ويعده يباع الاجلد انسان وخنزير وفي ردالمحتار (قوله الاجلد انسان الخ) فلايباع وان دبغ لكرامة وفي الباقي لاهانة ولعدم عمل الدباغة فيه كمامر في محله (ص۱۲۷، ۱۲۸۔ ج۴)

ترجمہ: میتہ کے چمڑے کا بیع قبل الدباغ جائز نہیں اور بعد الدباغ جائز ہے۔ مگر انسان وخنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ جائز نہیں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانی چمڑے کا بیع بعد الدباغ انسانی کرامت کی وجہ سے جائز نہیں اور خنزیر کے چمڑے کا بیع بعد الدباغ اس کی اہانت کی وجہ سے اور اس کے چمڑے میں دباغت کے عمل کے معدوم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔......... اور رسالہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں ہے کہ انسان اپنے اعضاء واجزاء کا مالک نہیں بلکہ یہ خالق کائنات کی طرف سے اس کے پاس امانت ہیں جن کے استعمال کی اجازت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا انسان اپنے اعضاء واجزاء کا ہبہ اور وصیت بھی نہیں کرسکتا۔

راقم الحروف کہہ رہا ہے کہ یہ اسلئے کہ ہبہ اور وصیت کی صحت کیلئے موہوب اور موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے۔

ہندیہ میں ہے واما مایرجع الى الواهب فهو ان يكون الواهب من اهل الهبة و كونه من اهلها ان يكون حراعاقلا بالغامالكا للموهوب الخ۔ (ص۳۷۴۔)

یعنی صحت ہبہ کیلئے موہوب کا واہب کیلئے مملوک ہونا ضروری ہے اور ردالمحتار میں ہے۔ (قوله الاان اضافها بان قال اذا عتقت فثلث مالي وصية لفلان الى قوله حتى لوعتق قبل الموت باداء بدل الكتابة اوغيره ثم مات كان للموصى له ثلث ماله وان لم يعتق حتى مات عن رفاء بطلت الوصية لان الملك له حقيقة لم يوجد ۔ (ص۴۶۵ ج۵)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ صحت وصیت کے لئے موصی بہ کا مملوک ہونا ضروری ہے مگر چونکہ خون کے

استعمال کا ضرورت شدیدہ کی وجہ سے رضا کارانہ طور پر خون دینے کی بھی گنجائش ہوگی (تنشیط الاذهان فی الترقیع باعضاء الانسان)

اور جس طرح کہ غیر مفصول عضو انسانی کے استعمال کی اجازت نہیں ہے اسی طرح عضو مفصول ومقطوع (اگر میسر ہو جائے) کے استعمال کی اجازت بھی نہیں۔

شرح السیر الکبیر میں ہے۔ وفيه دليل جواز المداواة بعظم بال لان العظم لايتنجس بالموت على اصلنا لانه لاحيوة فيه الاان يكون عظم الانسان اوعظم الخنزير فانه يكره التداوى به لان الخنزير نجس العين فعظمه نجس كلحمه لايجوز الانتفاع به بحال والادمى محترم بعد موته على ماكان عليه فى حياته فكمالا يجوز التداوى بشئى من الادمى الحئى اكراماله فكذالك لايجوز التداوى بعظم الميت قال رسول الله ﷺ كسر عظم الميت ككسر عظم الحئى (ص۹۔ ج۱)

بالی سے بھی تداوی ناجائز ہے۔اور ہدایہ میں ہے:

لا يجوز بيع شعور الانسان ولا الانتفاع به لان الادمى مكرم لامبتذل فلا يجوز ان يكون شئى من اجزائه مهانا مبتذلا۔ (ص۵۵ ج۳)

ترجمہ: انسانی بال کا بیع واستعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ انسان مبتذل نہیں بلکہ مکرم ہے اس لئے انسان کے کسی بھی جزء کا ابتذال واہانت جائز نہیں ہے۔

اور شامی میں ہے قوله وشعر الانسان لايجوز الانتفاع به لحديث لعن الله الواصلة والمستوصلة (ص۱۷۷۔ ج۴)

یعنی انسانی بال کا استعمال اور اس سے انتفاع جائز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔اور عنایہ شرح الہدایہ میں ہے۔ وجلد الادمى لكرامته لئلا يتجاسر الناس على من كرمه الله بابتذال اجزائه۔ عنايه على هامش (الفتح ۸۲۔ ج۱)

یعنی انسانی چمڑا اس کی خداداد کرامت کی وجہ سے دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ تاکہ لوگ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ٹھہرایا ہے کہ اجزاء کے ابتذال واستعمال کی جرأت نہ کر سکے۔ اور بدائع الصنائع میں ہے:

ولو سقط سنه يكره ان ياخذ سن ميت فيشدها مكان الاول بالاجماع وكذا يكره ان يعيد تلك السن الساقطة مكانها عندابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ولكن ياخذ سن شاة ذكية فيشدها مكانها وقال ابو يوسف لاباس بسنه ويكره

سن من غیرہ (ص ۱۳۲۔ج ۵) ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی (ص ۳۶۔ج ۲)

ترجمہ: بدائع الصنائع ص ۱۳۲، ج ۵ میں ہے جب کسی کا دانت گر جائے تو اس لئے یہ جائز نہیں کہ اس جگہ کسی مرے ہوئے انسان کا دانت لگا لے اور یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے اس گرے ہوئے دانت کو واپس لگا لے البتہ گرے ہوئے دانت کی جگہ شرعی طریقہ سے ذبح کی گئی بھیڑ و بکری کے دانت رکھنے کی گنجائش ہے اور یہی مضمون خلاصۃ الفتاوی (ص ۵۳۶۔ج ۲) میں بھی ہے۔

ان عبارات و روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسانی اعضاء کا نفس ابتذال و استعمال بھی موجب اہانت ہے لہذا کسی بھی صورت میں انسانی عضو و جزء کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ البتہ انسانی خون کا استعمال انسانی دودھ کے استعمال جیسا اہانت سے خالی ہے اس لئے ضرورت شدیدہ کی صورت میں انسانی خون کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ رحمان رحیم کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ شریعت مطہرہ میں انسانی اعضاء کا استعمال ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو آج انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بیچے جاتے تھے غریب اپنے بچوں کی خاطر یہ قربانی اپنی رضامندی سے دیا کرتا مالداروں نے دنیا کی دولت اور سامان ضرورت و راحت سب سمیٹ کر اپنے گھروں میں بھر ہی لئے ہیں جن سے کروڑوں غریب انسان محروم ہیں۔ مگر خالق کریم نے انسانی اعضا و اجزاء میں جو مساوات امیر و غریب کے درمیان قائم کر رکھی ہے کہ فاقہ زدہ فٹ پاتھ پر بسر کرنے والے بچے کو بھی وہی سالم و صحیح کان اور زبان ملتی ہے جو بڑے سے بڑے سرمایہ دار کو نصیب ہوتی ہے اگر یہ چیزیں بکاؤ مال بن گیا۔ تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے اپنی یہ چیزیں داؤ پر لگا دیں۔ (جس طرح ہندوستان وغیرہ کا فرمما لک میں آج اس کا مشاہدہ کیا جارہا ہے) اور دنیا کا تجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہ رکے گا کہ رضا کارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لئے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصاً لاوارث مردے بہت اعضاء سے محروم ہو کر اس دنیا سے جایا کریں گے اور شاید اگلے دور کا حکماً انسانی اعضاء کو دیر تک کارآمد باقی رکھنے کا کوئی انتظام کرلیں۔ جیسے آج کا انسانی خون بلڈ بنکوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے تو پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل و کفن اور نماز جنازہ اور کفن و دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہو جائیں گے۔

نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اور خدانخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف اپنی موت مرنے والوں تک محدود نہ رہے گا بلکہ اس کام کے لئے بہت سے انسانوں کے قتل کا ایک بازار گرم ہو جانا ممکن ہے جو پورے انسانی معاشرے کی تباہی کا اعلان ہے۔ تنشیط الاذھان فی الترقیع باعضاء الانسان بادنی تغیر۔